تعلیماتِ اہلبیتؑ

(بچوں کی دینیات)

درجۂ پنجم

حسن علی بک ڈپو
بڑا امام باڑہ ؛ کھارادر
کراچی 74000 فون 2433055

اِدارۂ فروغ تعلیماتِ اہلبیتؑ

نام کتاب :—— تعلیماتِ اہلبیتؑ

مجلس مصنفین :—— غلام علی پنجوانی

حسین علی دیوجانی

غلام محمد رحمانی

محمد علی وکیل

کتابت :—— ضمیر انجم (اے زیڈ آرٹ)

آرٹسٹ :—— بشیر حیدر علی

تاریخِ اشاعت :—— اوّل : اپریل ۱۹۸۹ء

دوم : جون ۱۹۹۱ء

سوم : جولائی ۱۹۹۴ء

ناشر :—— ادارۂ فروغِ تعلیماتِ اہلبیتؑ، کراچی

ہدیہ :—— ■ روپیہ

تعارف

مسلمان ہونے کے اعتبار سے ہماری ایک بڑی ذمہ داری نسلِ نو کی دینی تعلیم و دینی تربیت بھی ہے۔ خصوصاً موجودہ حالات میں ہماری اس ذمہ داری میں اضافہ ہو گیا ہے۔

اس کے پیشِ نظر یہ ضروری محسوس کیا گیا کہ ایک ایسا نصابِ تعلیم تیار کیا جائے جو اس ضرورت کو پورا کرے اور اس انداز سے تیار کیا گیا ہو جو ایک طرف مدارس و اسکولوں کی دینی ضرورت کو پورا کرے اور دوسری طرف نصابی تقاضوں کی تکمیل کرے۔ مجلس مصنفین پروردگارِ عالم کا شکر ادا کرتی ہے کہ اس کی توفیقات و معصومینؑ کی تائید و مدد سے اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں کامیاب ہوئی۔

اس نصابِ تعلیم کی تیاری میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا گیا ہے۔

- نرسری سے جماعت دہم تک کی ضروریات کی تکمیل ہو جائے۔
- بچوں کی ذہنی سطح کا تدریجاً خیال رکھا جائے۔
- تمام ضروریاتِ دینی یعنی عقائد، فقہ، سیرت، تاریخ کی تکمیل ہو اور ان میں توازن ہو۔
- جب ایک طالب علم جماعت دہم سے فارغ ہو یا مکلف ہو جائے تو وہ بنیادی تعلیماتِ دین سے واقف ہو چکا ہو۔

امید ہے کہ مدارس و اسکول اس نصابِ تعلیم سے استفادہ کریں گے اور گرانقدر مشوروں سے نوازیں گے۔ ہم خداوند کریم سے دعا گو ہیں کہ بتصدقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے اور ہماری قوم کو علمِ دین کی دولت سے سرفراز فرمائے۔

مجلس مصنفین

تصدیق نامہ

از

علامہ طالب جوہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیرِ نظر کتاب "تعلیماتِ اہلبیت" مکتب آلِ محمدؐ کے بچوں کے لئے عقائد اور اعمال کی کتاب ہے۔ یہ مختلف اجزاء پر مشتمل ہے۔ اس کے مدوّن کرنے والے حضرات جناب غلام علی پنجوانی، جناب حسین علی دیوجانی اور جناب غلام محمد رحمانی ہیں۔

اس موضوع کی کتابوں کو عموماً دینیات کی کتابوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مختلف ادوار میں رجالِ دین نے اس موضوع پر کتابیں مرتب کی ہیں اور یقیناً ان سب حضرات کی مساعی جمیلہ لائقِ تحسین و ستائش ہیں۔

ہر دور اپنے منفرد اور مخصوص تقاضوں کے ساتھ ظہور میں آتا ہے۔ یہی منفرد اور مخصوص تقاضے نسلوں کی ذہنیت پر اثر انداز ہوتے ہیں جس کے سبب تعلیم و تربیت سے لے کر معاشرت و سیاست تک ہر سطح پر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ ذہین و زیرک افراد وہی ہوتے ہیں جو ان تبدیلیوں کو بھانپ لیں اور ان سے عہدہ برآ ہوں۔

زیرِ نظر کتاب کے مختلف اجزاء کو جستہ جستہ دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ ایک ایسی کاوش ہے جس کی اہمیت اور افادیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اس تحریری کاوش میں بچوں کی فطری اور جسمانی نشو و نما اور ان کے فکری ارتقاء کو مدِ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ انتہائی ضروری اور بنیادی مسائل اس ترتیب سے پیش کئے جائیں جو جلد از جلد بچوں کی عملی زندگی کے آغاز پر کام آسکیں۔

مجموعی طور پر یہ ایک انتہائی ذہانت سے مرتب کیا ہوا نصابِ دینیات ہے۔ مجھے امید ہے کہ ادارے اور افراد اس سے استفادہ کریں گے۔

میں آخر میں دعا گو ہوں کہ خداوندِ عالم بہ طفیل معصومین علیہم السلام ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور ایسی مزید علمی اور دینی خدمات کی توفیق عطا کرتا رہے۔

طالب جوہری

تصدیق نامہ

از

مولانا محمد صادق حسن

بسمہ تعالیٰ

میں نے کتاب "تعلیماتِ اہلِ بیتؑ" (مرتبہ: محترم غلام علی پنجوانی۔ محترم حسین علی دیوجانی۔ محترم غلام محمد رحمانی۔ محترم محمد علی وکیل) کے تمام حصوں کا سبقاً سبقاً و حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اور اس میں کسی قسم کی غلطی نہیں پائی۔ نیز اس کتاب کو بچوں کے ذہن و عمر کے مطابق مناسب پایا۔ امید ہے کہ مومنین و مومنات اپنے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے اس کتاب سے کما حقہٗ استفادہ کریں گے۔

احقر

محمد صادق حسن

اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما

رَبِّ زِدْنِی عِلْماً

فہرست

خانہ کعبہ (مکہ معظمہ)

حمد

ناصر حسین ناصر

ایک اکیلا، عزّت والا — عظمت والا، رحمت والا
میرا مالک، میرا مولا — سو، سو نعمت دینے والا
شمس و قمر، گیتی سیارے — اس نے بنائے، جھلمل تارے
کیسی زمیں یہ اس نے بنائی — اپنی قدرت خوب دکھائی
سارے جہاں کو اس نے بنایا — سیدھا رستہ سب کو دکھایا
جاڑا گرمی اس نے بنائے — گلشن گلشن پھول کھلائے
امّی ابّو، ان کی محبت — میرے خدا کی ادنیٰ رحمت
پھل اور میوے اس نے دیئے ہیں — احساں ہم پر کتنے کیئے ہیں
علم کی دولت اس کی عطا ہے — بیشک، ہم سب کا وہ خدا ہے
نغمے گاؤ اس کی عطا کے — چرچے ہر سُو جس کی سخا کے
پاک وطن کی سوہنی دھرتی — اپنے کرم سے اس نے بخشی
اپنے وطن کو جنّت کر دیں — پیار کی خوشبو اس میں بھر دیں
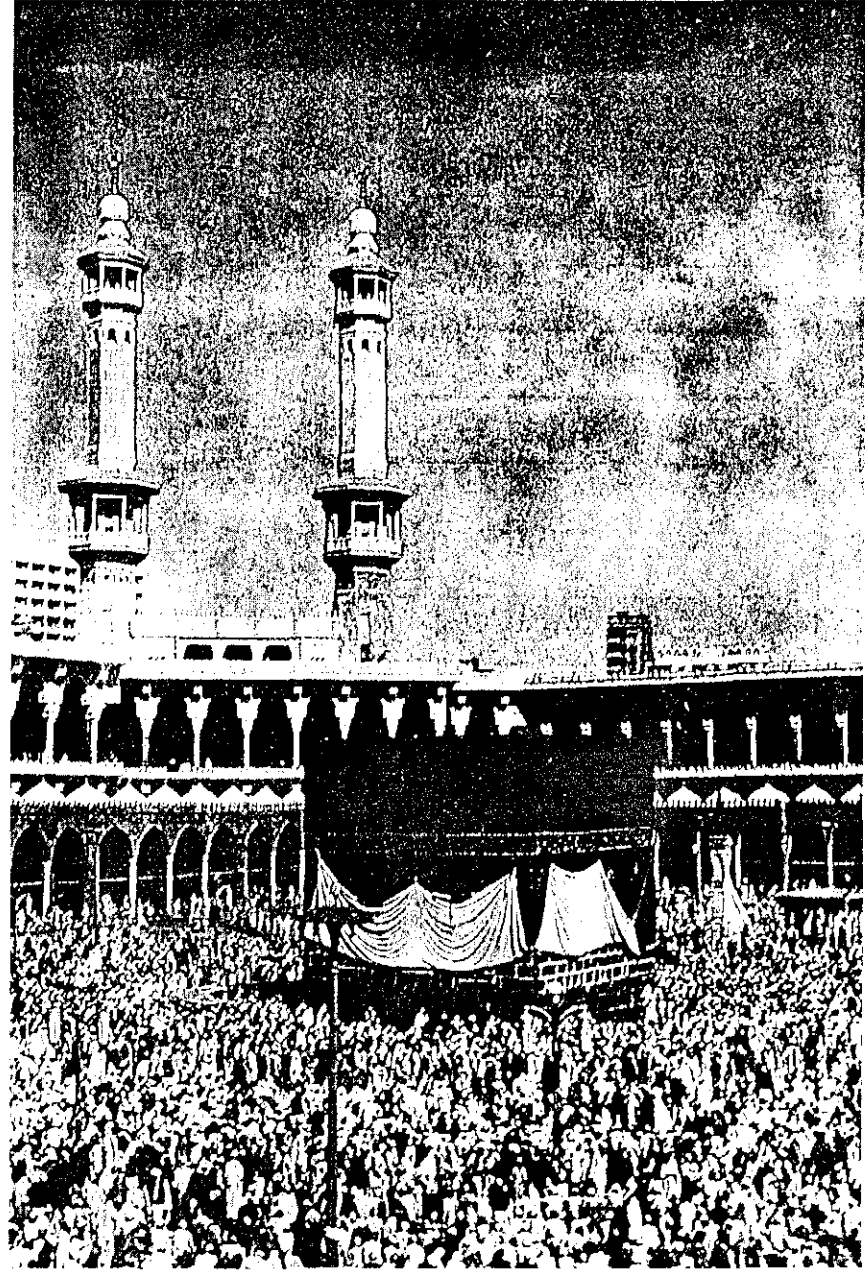
شکرِ باری تعالیٰ

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ احسان کرنے والے کا شکر ادا کیا جائے ۔ روزمرّہ کی زندگی میں جب کوئی ہماری مدد کرتا ہے مثلاً کوئی ہمیں قلم یا کتاب استعمال کے لیے دیتا ہے یا استاد ہمیں علم عطا کرتا ہے تو ہم اس کے شکر گذار ہوتے ہیں ۔

کسی کا شکر گذار ہونے کے لیے صرف زبان سے شکریہ کہہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ عملی شکر بھی ضروری ہے یعنی جو چیز ہمیں ملی ہو اس کا صحیح استعمال کیا جائے مثلاً جو مفید باتیں ہمیں استاد نے بتائی ہیں ان پر عمل کریں اور انہیں دوسروں تک پہنچائیں ۔

اللہ نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے ۔ اب یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ ہم زبانی اور عملی طور پر ان کا شکر ادا کریں ۔ عملی شکر نہ ہو تو لفظی شکر بے مقصد ہے ۔ اللہ نے ہمیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دی ہیں ۔ اگر کوئی شخص آنکھیں بند

کر کے چلے یا ان کو حرام چیزیں دیکھنے میں استعمال کرے تو اس نے اس نعمت کا شکر ادا نہیں کیا ۔ آنکھوں کا شکریہ ہے کہ ان سے حلال چیزیں دیکھی جائیں ۔ اسی طرح کان کا شکر یہ ہے کہ انہیں حرام باتوں مثلاً گانا ، غیبت وغیرہ کے سُننے سے بچایا جائے ۔ زبان کا شکر یہ ہے کہ اس سے اللہ کی حمد کی جائے اور اسے جھوٹ ، گالی ، غیبت جیسی بُری باتوں سے بچایا جائے ۔

نعمتوں کے صحیح استعمال کا طریقہ ہمیں اسلام نے بتایا ہے ۔ اس لیے اللہ کا شکر گذار بندہ وہی ہے جو دینِ اسلام کے تمام احکام پر عمل کرتا ہو ۔

---o---

سوالات

سوال ۱: شکر ادا کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے ؟

سوال ۲: خدا کی کوئی تین نعمتیں بیان کریں ۔ یہ بھی بتائیں کہ ان کا شکر کیسے ادا کیا جا سکتا ہے ؟

روضۂ رسول ﷺ (مدینہ منورہ)

ہمارے نبی ﷺ کا بچپن

ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ۱۷ ربیع الاول سنہ عام الفیل کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کا تعلق قبیلۂ قریش کے خاندان بنو ہاشم سے تھا۔ آپ ﷺ کے والد کا نام حضرت عبداللہ اور والدہ کا نام حضرت آمنہ تھا۔ حضرت عبداللہ آپ ﷺ کی ولادت سے کچھ عرصے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔

آپ ﷺ کی والدہ نے شہرِ مکہ کے دستور کے مطابق آپ ﷺ کی پیدائش کے کچھ دنوں بعد آپ کو قبیلہ بنو سعد کی ایک خاتون بی بی حلیمہ کے پاس بھیج دیا تاکہ آپ ﷺ گاؤں کی کھلی آب و ہوا میں اپنا بچپن گذاریں۔

آپ ﷺ پانچ برس تک بی بی حلیمہ کے پاس رہے۔ پھر آپ ﷺ دوبارہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس
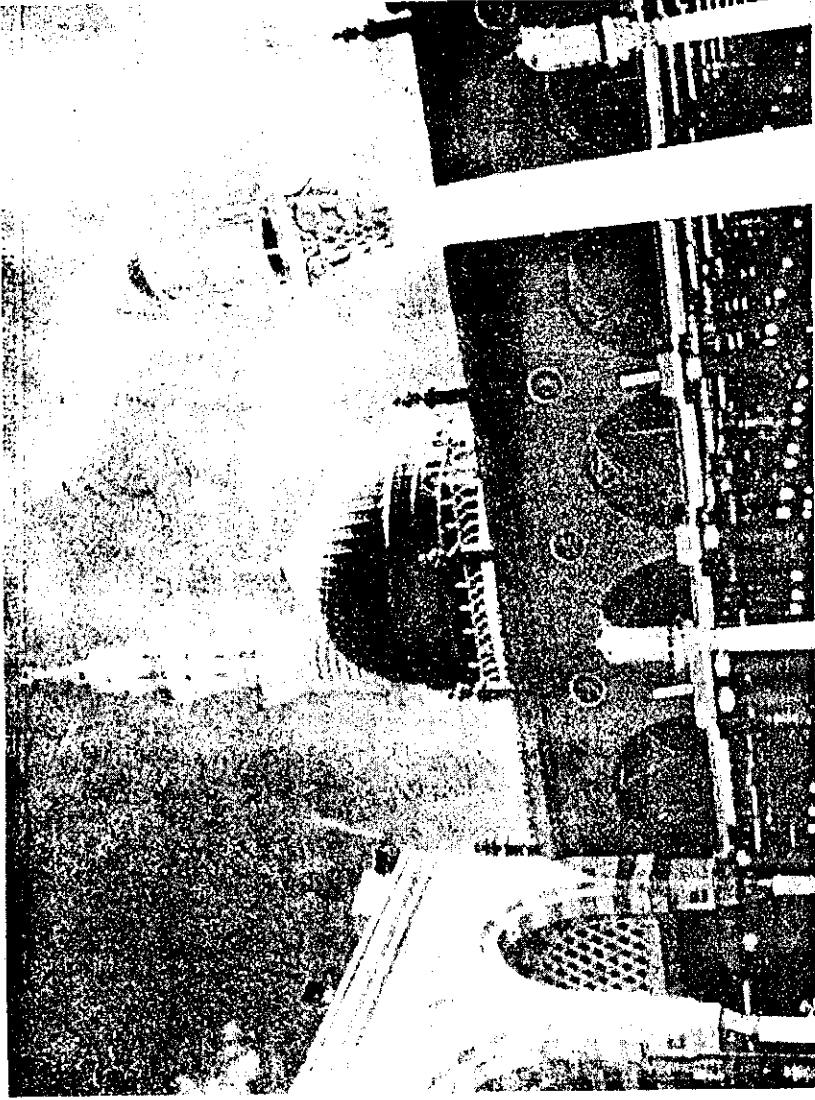
آ گئے ۔ اپنی والدہ کے ساتھ صرف ایک ہی سال گزار سکے
تھے کہ ان کا سایہ آپ ﷺ کے سر سے اُٹھ گیا۔ اسکے
بعد آپ ﷺ کی پرورش آپ ﷺ کے دادا حضرت
عبدالمطلب نے کی۔ لیکن دو سال کے بعد وہ بھی اللہ کو
پیارے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے چچا حضرت
ابوطالب نے بڑی توجہ و محبّت سے آپ ﷺ کی
پرورش کی۔

ہمارے نبی ﷺ بچپن ہی سے اعلیٰ اخلاق کے
مالک تھے۔ ہر ایک سے محبت سے پیش آتے تھے۔ آپ
ﷺ کی زبان سے بچپن میں بھی کسی نے جھوٹ نہ سُنا تھا۔
آپ ﷺ کو کاہلی سخت ناپسند تھی۔ کم سنی میں بھی آپ ﷺ
سخت محنت کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے کم عمری میں بھیڑ
بکریاں چَرانے کا کام کیا۔ جس ماحول میں آپ ﷺ نے آنکھ
کھولی وہ عرب کا بدترین ماحول تھا۔ لوگوں کی جہالت کا یہ عالم

تھا کہ قبیلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ظلم ہر طرف عام
تھا۔ بُت پرستی اُن کا مذہب تھا۔ ہمارے نبی ﷺ
بچپن ہی سے اس ماحول سے بیزار تھے۔ آپ ﷺ
کے ایمان اور اخلاق پر اس ماحول کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔
آپ ﷺ نے اپنے عقیدہ کا اظہار بچپن ہی سے کرنا
شروع کر دیا تھا۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے بی بی حلیمہ سے جنگل میں
جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر
مُبارک چار سال تھی۔ بی بی حلیمہ نے آپ ﷺ کو نہلایا
دھلایا، نئے کپڑے پہنائے، بالوں میں کنگھی کی اور سبز دانوں
والی ایک مالا آپ ﷺ کے گلے میں ڈال دی۔ آپ
ﷺ نے پوچھا:

"یہ کس لیے ہے؟"

بی بی حلیمہ نے جواب دیا:

"یہ مالا آپ ﷺ کو جنگل میں ہر خطرے
سے محفوظ رکھے گی"

آپ ﷺ نے مالا اُتار کر بی بی حلیمہ کو واپس کر دی اور فرمایا

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ۔ میری حفاظت
کے لیے ایک ہستی کافی ہے"

بی بی حلیمہ نے پوچھا:

"وہ کون ہے"

آپ ﷺ نے جواب دیا:

"اللہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے"

ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم ایسے ماحول سے نفرت کریں جس میں خدا کے احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہو اور دینِ خدا پر عمل کرتے ہوئے سچے مسلمان بنیں ۔

سوالات

سوال ۱: ہمارے نبی ﷺ کی پرورش کا شرف کن ہستیوں کو حاصل ہوا ؟

سوال ۲: ہمارے نبی ﷺ کن اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے ؟

سوال ۳: حضور ﷺ کی ولادت کے وقت عرب کا ماحول کیسا تھا ؟

سوال ۴: عرب کے بدترین ماحول کا حضور ﷺ پر کیا اثر ہوا اور اس سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے ؟

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی

ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ رسالت فرمایا۔ ابتدائی تین سال پوشیدہ طور پر دین کی تبلیغ کرتے رہے۔ نبوّت کے چوتھے سال حکمِ خدا سے آپ ﷺ نے اپنے چالیس قریبی رشتہ داروں کو اپنے گھر کھانے پر بلایا۔ اس دعوت کو دعوتِ ذی العشیرہ کہتے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد آپ ﷺ نے اِن لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچایا اور فرمایا:

"تم میں سے کون ہے جو اس کام میں
میرا ساتھ دے۔ جو شخص میرا ساتھ دے گا
وہ میرا جانشین اور خلیفہ ہو گا۔"

اس موقع پر تیرہ سال کا ایک لڑکا کھڑا ہُوا اور بولا:

" اے اللہ کے نبی ﷺ میں آپ ﷺ

کا ساتھ دوں گا۔"

اس وقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"یہ میرا وفادار، میرا دوست، میرا وصی
اور میرا خلیفہ ہے۔"

ہمارے رسول ﷺ کے اس ساتھی کا نام 'علیؑ' تھا جو ہمارے پہلے امام ہیں۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل کو خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کے والد کا نام عمران تھا اور کنیت ابو طالب تھی اور والدہ کا نام فاطمہ بنتِ اسد تھا۔

دعوتِ ذی العشیرہ کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے رسول ﷺ کا ساتھ دینے کا جو وعدہ کیا تھا اسے آپؑ نے زندگی بھر نبھایا۔ اسلام کی ابتدائی تبلیغ کے دوران جب کفارِ مکہ کے کہنے پر ان کے بچوّں نے رسولِ خدا ﷺ کو

روضۂ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام (نجف اشرف)

پتھر مارے اور دیگر طریقوں سے اذیت پہنچائی، اس وقت رسول ﷺ کے اس کمسن ساتھی ہی نے ان بچوں کو مار بھگایا۔

ہجرتِ مدینہ کے موقع پر رسول خدا ﷺ نے اپنے اسی ساتھی کو اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا۔ رسول ﷺ کی جان بچانے کے لیے آپؑ دشمنوں کے نرغے میں بے خوف ہو کر بسترِ رسولؐ پر لیٹ گئے۔ ہجرت کے بعد رسول ﷺ نے کافروں سے جتنی بھی جنگیں لڑیں، ان میں مسلمانوں کی فتح میں حضرت علی علیہ السلام نے نمایاں کردار ادا کیا۔ غرض کہ رسول ﷺ کی وفات تک کوئی ایسا موقع نہ آیا جب آپؑ نے رسول ﷺ کا ساتھ نہ دیا ہو۔

حضرت علی علیہ السلام کی وفاداری رسول ﷺ کی زندگی تک محدود نہ تھی۔ وفاتِ رسول ﷺ کے بعد بھی آپؑ دینِ اسلام کی حفاظت اور تبلیغ کا کام کرتے رہے، یہاں تک کہ اسی اسلام کی خاطر آپؑ نے ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کو

جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپؑ کا روضۂ مبارک نجف اشرف (عراق) میں ہے۔

" اے علی! تم دُنیا و آخرت میں
میرے بھائی ہو"
—حدیثِ رسولؐ

سوالات

سوال ۱: دعوتِ ذی العشیرہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ مختصراً بیان کیجیے۔

سوال ۲: کمسنی میں حضرت علی علیہ السلام نے کس طرح رسولِ خدا ﷺ کی مدد فرمائی؟

سول ۳: ہجرت کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے کس طرح رسولِ خدا ﷺ کا ساتھ دیا؟

رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی

"میری بیٹی جنت کا ایک پھُول ہے
جسے اللہ نے میرے گھر نازل کیا ہے"

رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث اپنی بیٹی کی ولادت کے موقع پر ارشاد فرمائی۔ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کا نام اللہ کے حکم سے "فاطمہ" رکھا۔ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا بعثت کے پانچویں سال ۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپؑ کی والدہ کا نام جنابِ خدیجہ تھا۔

جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اپنے والد سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ آپؑ بچپن ہی سے رسولِ خدا ﷺ کے ہر دکھ میں شریک رہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ جب تبلیغ سے واپس آتے تو آپؑ دیکھتیں کہ حضور ﷺ

پر کوڑا کرکٹ پھینکا گیا ہے۔ آپؑ اپنے دستِ مبارک
سے اسے صاف کرتیں اور حضور ﷺ کی دلجوئی
کرتیں۔ جب آپؑ کی عمرِ مبارک پانچ سال ہوئی تو آپؑ
اپنی والدہ کے سائے سے محروم ہوگئیں۔ اس کم سنی میں بھی
آپؑ نے گھر کی تمام ذمہ داریاں سنبھال لیں اور حضور ﷺ
کو گھر کی جانب سے بے فکر کر دیا۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ بھی
اپنی بیٹی سے بے حد محبت کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا
ارشاد ہے:

"فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے
اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت
پہنچائی۔"

ہجرتِ مدینہ کے دوسرے سال جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا
کی شادی حضرت علی علیہ السلام سے ہوئی، جن سے اللہ تعالیٰ
نے آپؑ کو دو بیٹے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام

اور دو بیٹیاں حضرت زینب اور حضرت اُمِّ کلثوم عطا
فرمائیں۔

جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا بے حد عبادت گزار تھیں۔
رات بھر اللہ کی یاد میں مصروف رہتیں۔ آپؑ کا اخلاق اس قدر
اعلیٰ تھا کہ کبھی کسی کو آپؑ سے شکایت نہ ہوئی۔ پڑوس کے بچے
آپؑ کے گھر آتے تو ان کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش
آتیں۔ آپؑ کے گھر سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ آپؑ
بے حد سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ آپؑ بہت بڑی عالمہ تھیں۔
مسلمان عورتوں کی دینی و دُنیاوی مشکلات حل کرتیں اور ان
کی رہنمائی فرماتی تھیں۔

گیارہ ہجری میں رسولِ خدا ﷺ کی وفات ہوئی۔
جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔
آپؑ دن و رات حضور ﷺ کو یاد کرکے رویا کرتی
تھیں۔ رسول ﷺ کی وفات کے بعد آپ چند دن زندہ

رہ سکیں اور ۱۴؍ جمادی الاوّل (یا ۳؍ جمادی الثانی) ۱۱ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

—— o ——

سوالات

سوال ۱: کمسنی میں جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار کس طرح کیا ؟

سوال ۲: جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں حضور ﷺ کی کوئی ایک حدیث بیان کریں۔

سوال ۳: جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے اخلاق پر مختصر نوٹ لکھیں۔

جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں جنابِ فاطمہ زہراؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام زین العابدینؑ، حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی قبور مبارک
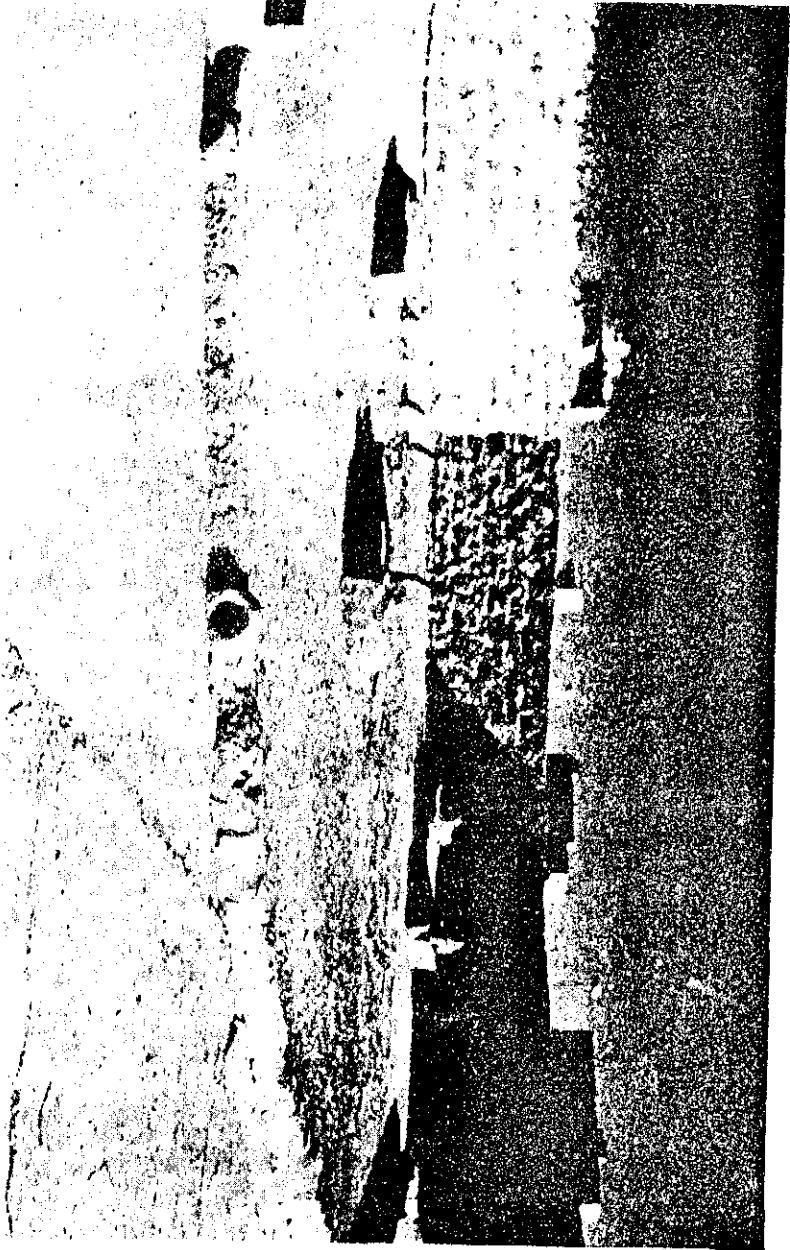
جنت کے سردار

خدا نے حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ
سلام اللہ علیہا کو دو فرزند عطا کیے۔ رسولِ خدا ﷺ
نے حکمِ خدا سے اپنے نواسوں کے نام 'حسن' اور 'حسین'
رکھے۔ ہمارے دوسرے امام حضرت حسن علیہ السّلام
۱۵ رمضان ۳ھ اور تیسرے امام حضرت حسین علیہ السلام
۳ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

رسولِ خدا ﷺ اپنے نواسوں سے بے حد پیار
کرتے تھے۔ حضور ﷺ دونوں شہزادوں کو اپنی زبان
چُساتے، اپنے پہلو میں بٹھاتے، سینے پر سُلاتے
اور کاندھوں پر سوار کرتے تھے۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کا
ارشاد ہے:

"حسنؑ و حسینؑ دنیا میں میرے دو پھول

ہیں۔ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے
وہ ان سے بھی محبت کرے۔"

دونوں بھائیوں کی تربیت رسولِ خدا ﷺ،
حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا جیسی
معصوم ہستیوں نے فرمائی۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنے
دونوں فرزندوں کو مسجد میں بھیجتی تھیں تاکہ آپ دونوں رسولِ خدا
ﷺ سے وعظ و نصیحت سُنیں۔ جب دونوں شہزادے واپس
گھر تشریف لاتے تو جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دریافت کرنے
پر حضور ﷺ سے سُنی ہوئی باتیں بیان کرتے تھے۔ جنابِ
فاطمہ سلام اللہ علیہا دونوں کی اس توجہ پر بے حد خوش ہوتی تھیں۔

معصومین کی تربیت کا اثر تھا کہ امام حسن علیہ السلام اور
امام حسین علیہ السلام بہترین اخلاق کے مالک بن گئے۔ آپؑ
لوگوں سے حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ اگر کسی کو غلطی
کرتے دیکھتے تو بہترین انداز میں اس کی اصلاح فرماتے تھے۔
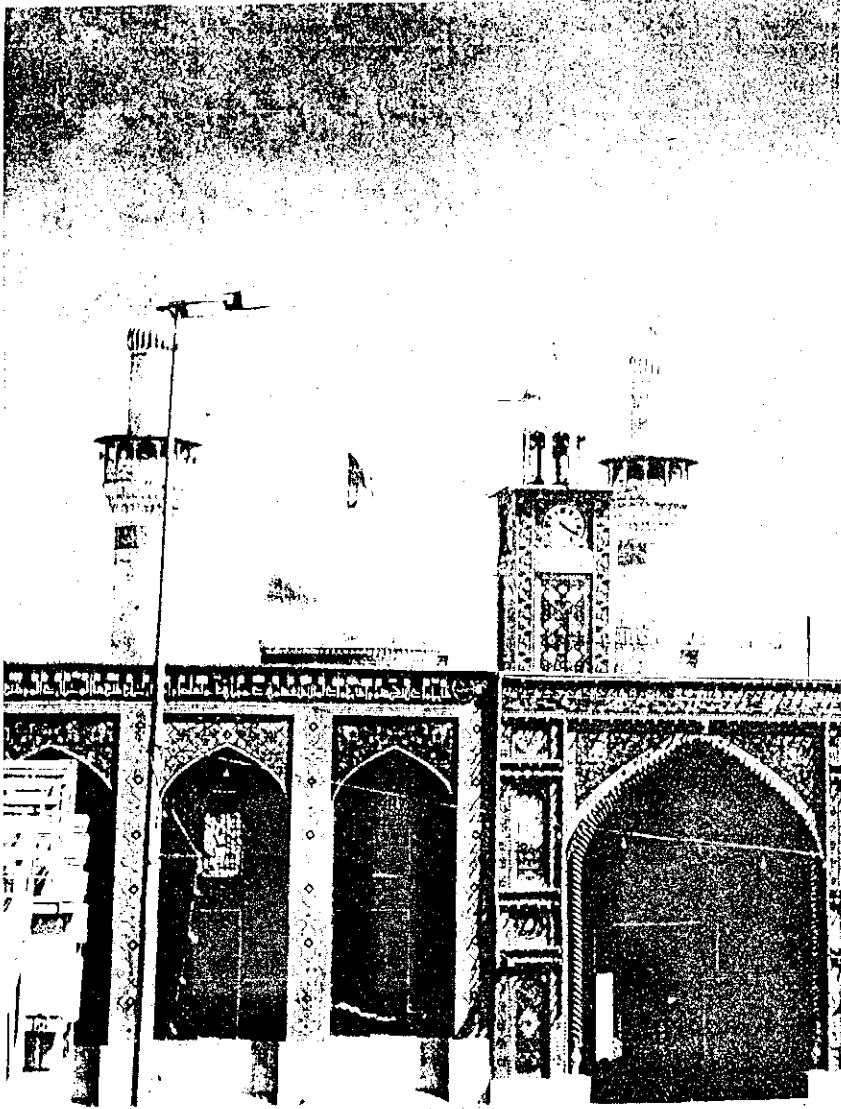
روضۂ امام حسین علیہ السلام (کربلا)

بچپن کے زمانے میں ایک مرتبہ آپؑ دونوں نے مسجدِ نبوی میں دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص غلط طریقے سے وضو کر رہا تھا۔ آپؑ نے ٹوکنے کے بجائے اس بزرگ سے فرمایا:

"ہم دونوں وضو کرتے ہیں، آپ بتائیں
کہ ہم میں سے کس کا وضو غلط ہے۔"

جب اُس شخص نے دونوں اماموں کو وضو کرتے دیکھا تو اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ وہ شخص آپؑ دونوں کے اخلاق سے بے حد متاثر ہوا۔

قرآن مجید نے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی صداقت و عصمت کی گواہی دی ہے۔ نجران کے عیسائیوں نے جب رسولِ خدا ﷺ کی بات نہ مانی تو آیت نازل ہوئی جس میں حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ ان عیسائیوں سے مباہلہ کریں اور دعا فرمائیں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اس مباہلہ کے لیے رسولِ خدا ﷺ جن صادق ہستیوں کو لے گئے اُن میں حضرت

علی علیہ السلام اور جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام بھی شامل تھے۔ قرآن میں اہلِ بیتؑ کی عصمت کا اعلان آیۂ تطہیر میں کیا گیا ہے جس میں امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

جس طرح قرآن نے آپؑ دونوں کی فضیلت بیان کی ہے، رسولِ خدا ﷺ نے بھی کئی مواقع پر آپؑ کی شان میں احادیث ارشاد فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"اے خدا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت رکھ جو ان سے محبت کریں"

سوالات

سوال ۱: جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں بیٹوں کی تربیت کس طرح کی؟

سوال ۲: امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام نے بزرگ کو غلط وضو کرتے دیکھا تو ان کی اصلاح کیسے فرمائی؟

سوال ۳: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن صادق ہستیوں کو مباہلہ کے لیے لے گئے تھے؟

سوال ۴: امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی دو احادیث تحریر کریں۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام بڑے عالی مرتبت نبی گذرے ہیں۔ آپؑ کا شمار اولوالعزم انبیاء میں ہوتا ہے۔ آپؑ فصیح، خوش بیاں، دانا اور بُردبار تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ بے حد گمراہ تھے۔ وہ بُتوں کو خدا سمجھ کر ان کو پُوجتے تھے، ان سے بھلائی کی امید رکھتے تھے اور مُرادیں مانگتے تھے۔ خدا نے اس گمراہ قوم کی ہدایت کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ جن بُتوں کی وہ پرستش کرتے ہیں وہ خدا نہیں ہیں بلکہ حقیقی معبود اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور آپؑ نے ان کو نیک کام کرنے اور بُرائیوں سے بچنے کی تلقین کی۔ قوم کے لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات نہ مانی، آپؑ کو پیغمبر ماننے سے انکار کیا، آپؑ کو پتھر

مارے اور آپؑ کا مذاق اُڑایا۔ آپؑ اس کے باوجود خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ آپؑ نے اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا لیکن قوم کے لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔

جب ان لوگوں کی اصلاح کی کوئی امید باقی نہ رہی تو حضرت نوحؑ نے خدا سے دُعا کی کہ اس قوم پر اپنا عذاب نازل کرے۔

خدائے تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ ایک کشتی تیار کی جائے۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو حکم خدا کے تحت حضرت نوح علیہ السلام اور وہ لوگ جو آپؑ پر ایمان رکھتے تھے کشتی میں سوار ہوگئے۔ ان کے علاوہ آپؑ نے ہر جانور کے ایک جوڑے کو کشتی میں سوار کیا۔

جب یہ سب کشتی میں سوار ہوچکے تو نافرمان بندوں کے لیے عذاب الٰہی نمودار ہوا۔ آسمان سے شدید بارش ہوئی اور زمین سے پانی اُبلنے لگا۔ اس طوفان نے زمین کو پانی

سے ڈھک دیا۔ آسمان کے سوا ہر چیز نظروں سے پوشیدہ ہوگئی۔ ہر وہ شخص جو کشتیٔ نوح علیہ السلام میں سوار نہ ہوا، اس طوفان میں ڈوب کر ہلاک ہوگیا، یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی جو کشتی کو چھوڑ کر ایک اُونچے پہاڑ پر چڑھ گیا تھا طوفان سے نہ بچ سکا۔

پیارے بچّو! اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں دنیا و آخرت کے عذاب سے صرف صحیح عقیدہ اور اعمالِ صالح ہی بچا سکتے ہیں۔

میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتیٔ نوحؑ کی مثل ہے کہ جو شخص اس میں سوار ہوگیا اس نے نجات پائی اور جو سوار نہ ہوا وہ غرق اور ہلاک ہوگیا۔

—— حدیثِ رسولؐ ——

سوالات

سوال ۱: خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کو کس لیے بھیجا تھا ؟

سوال ۲: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہدایت کس طرح کی ؟

سوال ۳: خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نافرمان لوگوں پر کیا عذاب نازل کیا ؟

سوال ۴: حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے ؟

حضرت بلالؓ

اسلام کی ترقی میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کے مخلص صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے دینِ اسلام کی خاطر سخت تکالیف برداشت کیں لیکن حق کی راہ میں ثابت قدم رہے۔ ان صحابہؓ میں ایک نمایاں شخصیت حضرت بلالؓ کی ہے۔

حضرت بلالؓ کا تعلق حبشہ سے تھا۔ جب حضور ﷺ نے اعلانِ رسالت فرمایا اس وقت آپؓ مکہ میں ایک ظالم بُت پرست کے غلام تھے۔ اسلام کے پیغام نے آپؓ کو بے حد متاثر کیا اور آپؓ مسلمان ہو گئے۔ آپؓ اسلام لانے والوں میں ساتویں شخص تھے۔

جیسے ہی آپؓ کے مالک کو معلوم ہوا کہ اس کے غلام نے اسلام قبول کر لیا تو اس نے اپنے ظلم میں اضافہ کر دیا تاکہ

آپؓ دینِ حق کو چھوڑ دیں۔ حضرت بلالؓ کو عرب کی اس ریت پر
جو آگ کی مانند گرم ہوتی ہے لٹایا جاتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ
اسی حالت میں آپؓ کے سینے پر بھاری پتھر رکھ کر اسے توڑا
جاتا تھا۔ کبھی آگ پر سے گذارا جاتا تھا۔ کبھی آپؓ کا گلا رسیوں
سے باندھ کر رسیاں بچوں کے ہاتھ میں دے دی جاتی تھیں جو
انہیں مختلف سمتوں میں کھینچتے تھے۔ اتنے مظالم کے باوجود
آپؓ راہِ حق سے نہ ہٹے بلکہ ہر ظلم پر آپؓ 'احد احد' کہتے
رہے۔ حضور ﷺ کے ایک صحابی نے حضور ﷺ کے حکم
سے بھاری رقم ادا کر کے آپؓ کو آپؓ کے مالک سے
خریدا اور آزاد کر دیا۔

آزادی کے بعد حضرت بلالؓ حضور ﷺ کی خدمت
میں رہنے لگے اور رفتہ رفتہ اپنے خلوص اور ثابت قدمی سے
اصحابِ رسول ﷺ میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ جب
مسلمانوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو آپؓ بھی ان میں شامل

تھے۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر کے بعد مسلمانوں کو نماز کی طرف بلانے
کے لیے حکمِ خدا سے اذان کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسلام کی
پہلی اذان حضرت بلالؓ کی زبان سے ادا ہوئی اور یوں آپؓ
کو پہلا مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

اس کے علاوہ حضرت بلالؓ کو کئی اور بھی شرف حاصل
ہوئے۔ مسلمانوں میں مال تقسیم کرنے کی ذمّہ داری حضور ﷺ
نے آپؓ کے سپرد کی تھی۔ آپؓ نے اسلام کی ہر جنگ میں
حصّہ لیا۔ فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کی چھت سے پہلی بار اذان
آپؓ نے دی۔ ولایتِ حضرت علی علیہ السلام کے اعلان
کے وقت میدانِ خم میں آپؓ نے اذان دے کر مسلمانوں
کے قافلوں کو روک کر جمع کیا۔

اطاعتِ خدا اور رسول ﷺ سے حضرت بلالؓ نے
اتنا بلند مقام حاصل کیا کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

" بلالؓ ہم میں سے تھے۔ ہمارے

چاہنے والے تھے۔"

سوالات

سوال ۱: راہِ حق سے ہٹانے کے لیے حضرت بلالؓ پر کیا مظالم ڈھائے گئے؟

سوال ۲: حضرت بلالؓ پر مظالم کا کیا اثر ہوا؟

سوال ۳: حضرت بلالؓ کو اسلام لانے کے بعد کیا شرف حاصل ہوئے؟

اصحابِ فیل

سُوْرَةُ الْفِيْلِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بڑا رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ② (اے رسول) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کیساتھ کیا کیا۔

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ③ کیا اس نے ان کی تمام تدبیریں غلط نہیں کر دیں۔

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ④ اور ان پر جھنڈ کی جھنڈ چڑیاں بھیجیں

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ⑤ جو ان پر کنکریاں پھینکتی تھیں

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑥ تو انہیں چبائے ہوئے بھس کی طرح (تباہ) کر دیا

سورۂ فیل قرآن مجید کی ۱۰۵ ویں سورۃ ہے۔
یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں جس واقعہ کا ذکر
ہے وہ اس زمانے کا ہے جب ہمارے پیارے نبی
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت
عبدالمطلبؑ اور ان کے ساتھی شہر مکہ میں خانہ کعبہ کی
خدمت پر مامور تھے۔

یمن کا حاکم ابرہہ دیکھا کرتا تھا کہ دُنیا بھر سے لوگ مکہ
جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اسے یہ بات پسند
نہ تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ بجائے مکہ کے یمن آیا کریں۔ اس
مقصد سے اس نے یمن میں ایک گھر بنایا تاکہ لوگ کعبہ کے
بجائے اس گھر کے گرد طواف کریں۔ یمن کے صرف چند
لوگوں نے اس گھر کا رُخ کیا لیکن اکثریت نے مکہ جانا نہ چھوڑا۔
اسی دوران مکہ کے کچھ لوگ یمن آئے۔ ان کے ہاتھوں ایسی
حرکت ہوگئی جسے ابرہہ اپنے گھر کی توہین سمجھا۔

اس واقعہ پر ابرہہ اس قدر غضب ناک ہوا کہ اس
نے عہد کیا کہ وہ اب مکہ کے کعبہ کو ڈھا دے گا۔ اس مقصد
سے وہ ایک لشکر، جس میں ہاتھی بھی شامل تھے، لے کر مکہ کی
جانب چلا۔ شہر مکہ سے باہر اس لشکر نے قیام کیا اور حملہ کی
تیاری کرنے لگا۔

اسی اثنا میں ابرہہ کے لشکر کے کچھ لوگ مکہ سے
حضرت عبدالمطلبؑ کے اونٹ پکڑ کر لشکر میں لے آئے۔
جب حضرت عبدالمطلبؑ کو یہ معلوم ہوا تو آپؑ ابرہہ کے
پاس گئے۔ آپؑ نے اس سے کہا کہ جو اونٹ اس کے آدمی لے
گئے ہیں واپس کیئے جائیں۔ ابرہہ یہ سُن کر بڑا حیران ہوا اور بولا

"میں تو سمجھا تھا آپ کعبہ کی بات کریں
گے مگر آپ کو تو اس وقت بھی اپنے
اونٹوں کی فکر ہے"

آپؑ نے جواب دیا۔

"اونٹ میرے ہیں ان کی فکر مجھے کرنا
ہے۔ خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک (اللہ)
ہے، اس کی فکر وہ خود کرے گا۔"

ابرہہ نے یہ سن کر آپؑ کے اونٹ واپس کر دیئے۔

حملہ کی مناسب تیاری کے بعد ابرہہ اپنا ہاتھی والا لشکر لے کر کعبہ کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ کعبہ سے دُور ہی تھا کہ حضرت عبدالمطلبؑ کی بات درست ثابت ہوئی اور حکمِ خدا سے آسمان پر چھوٹے چھوٹے پرندوں (ابابیل) کا غول نمودار ہوا۔ یہ پرندے چھوٹے چھوٹے کنکر اُٹھائے ہوئے تھے۔ پرندوں نے لشکر والوں پر کنکر گرانے شروع کیے۔ جس آدمی یا جانور کو وہ کنکر لگا، وہ ہلاک ہوگیا۔ غرض یہ کہ ان پرندوں نے ابرہہ کا ہاتھیوں والا لشکر فنا کر دیا اور یوں کعبہ کے مالک نے کعبہ کی حفاظت فرمائی۔

جس سال یہ واقعہ پیش آیا، عرب اسے عام الفیل (ہاتھی کا

سال) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ہمارے حضور ﷺ کی ولادت اسی سال مکہ معظمہ میں ہوئی۔

سوالات

سوال ۱: ابرہہ نے خانہ کعبہ کے مقابلے میں گھر کیوں بنایا ؟

سوال ۲: اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت کس طرح فرمائی ؟

سوال ۳: سورۂ فیل مع ترجمہ یاد کرکے اپنے استاد کو زبانی سُنائیے۔

غزوۂ بدر

ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خدا سے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت فرمایا اور لوگوں کو دینِ اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ تیرہ سال مکہ میں دین کی تبلیغ میں مصروف رہے جس کے نتیجے میں لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کردیا۔ کفّارِ مکّہ سے یہ برداشت نہ ہوسکا اور وہ آپ ﷺ پر اور مسلمانوں پر ظلم ڈھانے لگے۔ جب مظالم حد سے بڑھ گئے تو آپ ﷺ نے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔

آپ ﷺ کی تبلیغ کی وجہ سے مدینہ کے کئی لوگ مسلمان ہوچکے تھے۔ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو انہوں نے آپ ﷺ کا والہانہ استقبال کیا۔ آپ ﷺ کی آمد سے مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی اور مدینہ میں پہلی اسلامی

مملکت کا قیام عمل میں آیا۔

اسلام کو تیزی سے پھیلتا دیکھ کر کفارِ مکہ پیچ و تاب کھانے لگے اور رسولِ اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف ان کی دشمنی بڑھتی گئی۔ ہجرت کے دوسرے ہی سال وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے اُن پر چڑھ دوڑے۔ مسلمانوں کے خلاف کفّار کی یہ پہلی جنگ تھی جو بدر کے مقام پر لڑی گئی۔ تاریخِ اسلام میں یہ جنگ 'غزوۂ بدر' کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی اور جنگی سازوسامان نہ ہونے کے برابر تھا۔ اُن کے مقابلے میں کفّار کی تعداد ایک ہزار تھی جو اسلحہ و دیگر جنگی سامان سے پوری طرح لیس تھے۔ مسلمان جذبۂ ایمان سے سرشار تھے اور ان کے دلوں میں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود بھی کفّار کے لشکر سے ٹکرا گئے اور انہیں شکست دی۔ کفّار کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا اور وہ مکہ کی جانب

فرار ہو گئے۔ اس غزوہ میں ستّر کافر مارے گئے جن میں سے آدھے حضرت علی علیہ السلام کی تلوار سے قتل ہوئے۔

> یقیناً خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی اگرچہ تم (دشمن کے مقابلے میں) کمزور تھے۔ پس تم خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔
>
> سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۲۳

سوالات

سوال ۱: کفّارِ مکہ مسلمانوں پر ظلم کیوں کرتے تھے؟

سوال ۲: جنگِ بدر کیوں لڑی گئی؟

سوال ۳: تعداد کی کمی کے باوجود مسلمان کفّار سے کیوں خوف زدہ نہ ہوئے؟

استاد کا رُتبہ

ہمارے تیسرے امام حضرت حسین علیہ السلام کے فرزند کو ان کے اُستاد نے سورہ الحمد یاد کروایا۔ آپؑ کے فرزند نے جب یہ سورہ سُنایا تو آپؑ بہت خوش ہوئے اور معلّم کو دل کھول کر انعام دیا۔

چند لوگوں نے ایک سورہ یاد کرانے کے عوض اتنے زیادہ انعام پر حیرت کا اظہار کیا تو آپؑ نے فرمایا:

" جو انعام میں نے معلّم کو دیا ہے وہ اس کام کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا جو اس نے سرانجام دیا ہے کیونکہ جو کچھ میں نے دیا ہے وہ ایک دن ختم ہو جائے گا لیکن جو کچھ اس نے میرے بچّے کو دیا ہے وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔"

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ کی نگاہ میں استاد کا مقام کتنا بلند ہے۔

اسلام نے استاد کے کام کو بڑی اہمیت دی ہے۔ جس طرح والدین اولاد کی تربیت کرتے ہیں، اسی طرح استاد بھی طالب علم کی تربیت کے لیے اپنا وقت صرف کرتا ہے اور پوری محنت کر کے اپنے شاگردوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرتا ہے اور اسے زندگی گذارنے کے سلیقے سکھاتا ہے تاکہ وہ ایک اچھا انسان بن سکے اور اپنی زندگی حکمِ خدا کے مطابق بسر کر سکے۔

جب استاد اپنے شاگرد کے لیے اس قدر محنت کرتا ہے تو شاگرد کو بھی چاہیئے کہ وہ استاد کا ایسا حق ادا کرے جیسا اسلام نے بتایا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" معلّم کا حق یہ ہے کہ جب تک وہ کوئی

بات نہ پوچھے، شاگرد اس کا جواب نہ دے۔
معلّم کی موجودگی اور غیر موجودگی میں اس کا
ادب ملحوظ رکھے۔ جب کبھی شاگرد اس کی
مجلس میں آئے تو سب حاضرین کو عموماً اور
اس کو خصوصاً سلام کرے اور احترام بجالائے۔
اس کے سامنے نہایت ادب سے بیٹھے۔"

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:
"تم پر معلّم کا یہ حق ہے کہ اسے تعظیم کی نگاہ
سے دیکھو، اس کی باتیں غور سے سنو، اسکی
جانب منہ کرکے بیٹھو، اس کے سامنے
اپنی آواز بلند نہ کرو ------- اگر
تم ان باتوں پر عمل کروگے تو فرشتے گواہی
دیں گے کہ تم نے معلّم کا حق ادا کر دیا ہے
اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر معلّم کے

علم سے استفادہ کیا ہے۔"

ہمیں اُستاد کا احسان کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔

سوالات

سوال ۱: امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند کے معلّم کو بہت زیادہ انعام دینے کی کیا وجہ بتائی؟

سوال ۲: استاد اپنے شاگرد کی تربیت کے لیے کیا محنت کرتا ہے؟

سوال ۳: امام علی علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام نے استاد کے جو حقوق بتائے ہیں، اُن میں سے کوئی پانچ حقوق تحریر کریں۔

سچ اور جھوٹ

انسان کی خوبیوں میں ایک اہم خوبی سچائی ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کو سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

"اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو
اور (جب کہو تو) درست بات کہا کرو تو
خدا تمہارے اعمال کو درست کر دے گا
اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔"

(سورۂ احزاب آیات ۷۰-۷۱)

ہمارے انبیاءؑ اور آئمہؑ نے لوگوں کو نیکی کی جو تعلیم دی ہے، اس میں سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی بہت تاکید کی ہے۔

ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا:

"جو شخص کسی عذر کے بغیر جھوٹ بولے،
فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سچ بولو، کیونکہ اللہ سچ بولنے والے کے ساتھ ہے۔ جھوٹ سے دُور رہو کیونکہ یہ ایمان کو دُور کرتا ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

"جھوٹ سے بچو خواہ مذاق ہی کیوں نہ ہو۔"

اگر کوئی شخص ہمیشہ سچ بولتا ہو تو لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں، ان کی نظروں میں اس کی عزت بڑھتی ہے، وہ زندگی میں ترقی کرتا ہے، ایسے شخص سے اللہ، رسول ﷺ اور امامؑ خوش رہتے ہیں۔

اس کے برعکس جو شخص جھوٹ بولتا ہے، لوگوں کی نظروں میں اس کی عزت نہیں رہتی۔ جھوٹا شخص کبھی سچ بھی بولے تو لوگ یقین نہیں کرتے۔ وہ دنیا میں بھی نقصان اٹھاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ہمارے رسول ﷺ کا ایک لقب صادق ہے، جس کے معنیٰ ہیں 'سچ بولنے والا'۔ حضور ﷺ کو یہ لقب اعلانِ رسالت سے قبل ملا تھا۔ آپ ﷺ نے ایسے ماحول میں سچ بولا جب جھوٹ ہر طرف عام تھا۔ ہم بھی حضور ﷺ کے ماننے والے ہیں، لہٰذا ماحول کیسا ہی ہو، ہمیں ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے اور جھوٹ سے بچنا چاہیئے چاہے جھوٹ مذاق ہی میں کیوں نہ بولا جائے۔
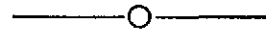
سوالات

سوال ۱: قرآن مجید میں سچ بولنے کے بارے میں کیا ارشاد ہوا ہے؟

سوال ۲: ہمارے رسول ﷺ اور حضرت علیؑ نے جھوٹ بولنے کے کیا نقصانات بتائے ہیں؟

سوال ۳: سچ بولنے کے کیا فوائد ہیں؟

کامیاب زندگی کے اصول

انسان فطری طور پر ایک اچھی اور کامیاب زندگی گذارنے کی خواہش رکھتا ہے ۔ زندگی میں کامیابی کیلئے اچھے اصولوں کی پابندی ضروری ہے ۔ ان اصولوں کی تعلیم ہمیں دینِ اسلام ہی نے دی ہے تاکہ ان پر عمل کرکے ہم اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکیں ۔ ان میں سے چند اہم اصول یہ ہیں :

- ہمیں والدین ، اساتذہ اور اپنے بزرگوں کا احترام کرنا چاہیئے، ان کی نصیحتوں کو غور سے سُننا چاہیئے اور ان پر عمل کرنا چاہیئے ۔
- ہمیں ہر کام دیانتداری اور محنت سے کرنا چاہیئے ۔ سچا اور محنتی شخص ہر امتحان میں کامیاب ہوتا ہے ۔
- ہمیں اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے ۔ بازار کی گلی سڑی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔ اپنا بدن اور اپنا لباس صاف ستھرا رکھنا چاہیئے ۔

- ہمیں وقت کی قدر کرنا چاہیئے اور اسے بیکار کاموں میں ضائع نہیں کرنا چاہیئے ۔ وقت کی پابندی کرنا چاہیئے ۔ آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہیئے ۔
- ہمیں ہر کام میں نظم و ضبط کا خیال رکھنا چاہیئے ۔ ہماری ہر چیز مثلاً کتابیں ، لباس وغیرہ اپنی جگہ پر ترتیب سے ہونا چاہیئے ۔

کامیاب زندگی کا راز پیروئ اسلام میں ہے ۔

سوالات

سوال ۱: کامیاب زندگی گذارنے کے اصول ہمیں کس نے سکھائے ہیں ؟

سوال ۲: ہمیں اپنی صحت کا خیال کس طرح رکھنا چاہیئے ؟

سوال ۳: ایک کامیاب شخص اپنے وقت کی قدر کس طرح کرتا ہے ؟

چہرہ کا دھونا

ہاتھ کا دھونا

وضو کا طریقہ

وضو اس ترتیب سے کرنا چاہیئے:

نیت:

وضو کی نیت کی جائے یعنی دل میں یہ خیال ہو کہ وضو اللہ کے حکم کی بجاآوری کے لئے کر رہا / کر رہی ہوں۔

مستحب امور:

۱۔ ہاتھوں کو کلائیوں تک دو مرتبہ دھویا جائے۔

۲۔ تین مرتبہ کلی کی جائے۔

۳۔ تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا جائے۔

واجب امور:

۱۔ چہرہ کا دھونا:

چہرہ کو لمبائی میں پیشانی کے اوپر سر کے بال اُگنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے آخر تک اور چوڑائی میں ہاتھ کی
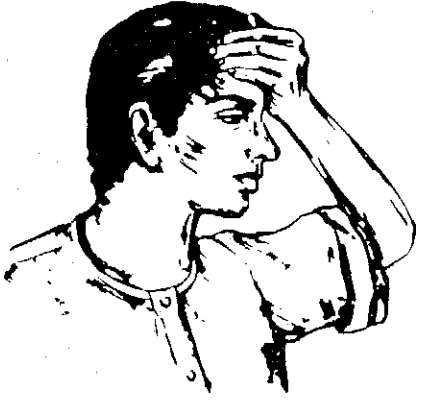
درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے پھیلائیں چہرہ کا جتنا حصّہ آجائے دھویا جائے۔ یہ یقین حاصل کرنے کے لئے کہ چہرہ کا ضروری حصّہ دُھل گیا ہے، لمبائی اور چوڑائی میں تھوڑا زیادہ دھویا جائے۔

۲۔ ہاتھوں کا دھونا:

دائیں ہاتھ کو کہنی سے لے کر انگلیوں کے سرے تک دھویا جائے۔ پھر اسی طرح بائیں ہاتھ کو کہنی سے لے کر انگلیوں کے سرے تک دھویا جائے۔ یہ یقین حاصل کرنے کے لئے کہ پوری کہنی دُھل چکی ہے، ہاتھوں کو کہنیوں کے ذرا اوپر سے دھویا جائے۔

۳۔ سر کا مسح کرنا:

دائیں ہاتھ سے جس میں وضو کے پانی کی تری موجود ہو، سر کے اگلے چوتھائی حصّہ میں مسح کیا جائے یعنی ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا کھینچا جائے۔
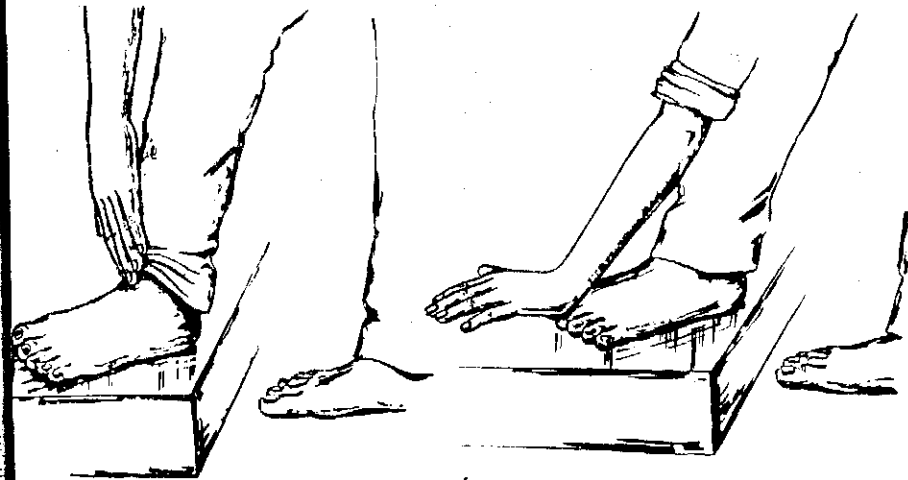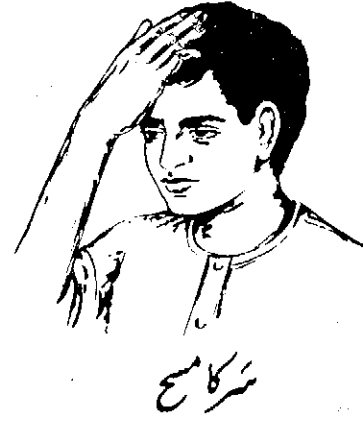
سر کا مسح

پیر کا مسح

۴۔ پیروں کا مسح کرنا:

دائیں ہاتھ سے جس میں وضو کے پانی کی تری موجود ہو، دائیں پیر کا مسح کیا جائے یعنی پاؤں کی انگلیوں کے سرے سے گٹوں (جوڑ) تک ہاتھ کو کھینچا جائے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ سے بائیں پیر کا مسح کیا جائے۔

مسائل وضو:

مسئلہ ۱: چند مواقع پر وضو کرنا واجب ہے مثلاً واجب نمازوں کے لئے سوائے نمازِ میت، نماز کے بھولے ہوئے سجدے یا بھولے ہوئے تشہد کے لئے، جب وضو کی نذر کی ہو وغیرہ۔

مسئلہ ۲: چند مواقع پر وضو کرنا مستحب ہے مثلاً نمازِ میت کے لئے، سونے سے پہلے، قرآن مجید کی تلاوت کے لئے، مسجد یا ائمہ علیہم السّلام

کے حرم میں داخل ہونے کے لئے وغیرہ۔

مسئلہ ۳: وضو کرتے وقت اعضائے وضو کا پاک ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ ۴: نماز کا وقت تنگ ہو تو ضروری ہے کہ مستحبات کو چھوڑ دیا جائے۔

مسئلہ ۵: ضروری ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں کو اُوپر سے نیچے کی جانب دھویا جائے۔

مسئلہ ۶: وضو کرتے وقت اعضائے وضو پر کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیئے جو پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ ہو مثلاً نیل پالش وغیرہ۔

—○—

سوالات

سوال ۱: وضو کی نیت سے کیا مُراد ہے ؟

سوال ۲: وضو کے مستحب امور کون کون سے ہیں ؟ ان مستحبات کو چھوڑنا کب ضروری ہے ؟

سوال ۳: وضو میں چہرہ اور ہاتھوں کا کتنا حصّہ دھونا ضروری ہے ؟

سوال ۴: وضو میں سر اور پیروں کا مسح کس طرح کرنا چاہیئے ؟

سوال ۵: بتائیے کہ مندرجہ ذیل میں سے کن مواقع پر وضو کرنا واجب ہے اور کن مواقع پر مستحب ہے ؟

نماز میت کے لئے ، جب وضو کی نذر کی ہو، مسجد میں داخل ہونے کے لئے ، سونے سے پہلے ، نماز کے بھولے ہوئے سجدے کے لئے ، قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ۔

واجب نمازیں

واجب نمازیں مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱: روزانہ کی پانچ نمازیں یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں (جمعہ کے دن نمازِ جمعہ)۔

۲: نمازِ آیات یعنی وہ نماز جو چاند گرہن ، سُورج گرہن، زلزلہ وغیرہ کے وقت پڑھی جاتی ہے ۔

۳: نمازِ میّت (نماز جنازہ)۔

۴: خانہ کعبہ کے واجب طواف کی نماز۔

۵: مرحوم باپ کی قضا نمازیں بڑے بیٹے پر (بعض مجتہدین کے نزدیک ماں کی قضا نمازیں بھی) ۔

۶: نذر ، قسم اور عہد کی نماز۔

۷: نماز اجارہ یعنی کسی مرحوم کی نمازیں جو اُجرت لے کر پڑھی جائیں ۔

۸، نمازِ عیدین (غیبتِ امامؑ میں یہ نماز واجب نہیں)۔

سوالات

سوال ۱: واجب نمازوں کی فہرست لکھیئے۔

سوال ۲: نمازِ آیات کب واجب ہوتی ہے؟

مبطلاتِ نماز

مندرجہ ذیل چیزوں سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

۱ : شرائطِ نماز میں سے کسی شرط کا باقی نہ رہنا۔

۲ : وضو، غسل یا تیمم کا باطل ہوجانا۔

۳ : ہاتھوں کو باندھ کر نماز پڑھنا۔

۴ : سورۃ الحمد کے بعد آمین کہنا۔

۵ : قبلہ سے منہ موڑنا۔

۶ : نماز میں کلام کرنا۔

۷ : آواز سے ہنسنا۔

۸ : دنیاوی کام کے لئے رونا۔

۹ : کوئی ایسا کام کرنا جس سے نماز کی شکل باقی نہ رہے مثلاً تالی بجانا۔

۱۰ : کھانا یا پینا۔

۱۱ : رکعت کی تعداد کے بارے میں بعض شک۔

۱۲ : واجباتِ نماز میں کمی یا زیادتی کرنا۔

سوالات

سوال ۱ : مبطلاتِ نماز کون کون سے ہیں ؟

نجاسات

عین نجس

اللہ نے چند چیزوں کو نجس قرار دیا ہے ، ان کو عین نجس کہتے ہیں۔ عین نجس کو کبھی بھی پاک نہیں کیا جا سکتا مثلاً پیشاب۔

متنجّس

جو پاک چیز کسی عین نجس کی وجہ سے نجس ہو جائے اسے متنجّس کہتے ہیں۔ متنجّس کو پاک کیا جا سکتا ہے مثلاً اگر ہاتھ پر پیشاب لگ جائے تو ہاتھ کو پانی سے پاک کیا جا سکتا ہے۔

نجاسات میں سے چند یہ ہیں ؛

۱ : پیشاب

۲ : پاخانہ

۳ : خون

۴ : مُردار

۵ : کتا

۶ : سوّر

۷ : کافر

۸ : شراب
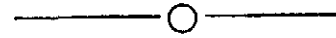
سوالات

سوال ۱ : عین نجس اور متنجس میں کیا فرق ہے ؟

سوال ۲ : نجاسات کون کون سی ہیں ؟

احکام بیت الخلاء

- انسان پر واجب ہے کہ رفع حاجت کے وقت اور دیگر مواقع پر اپنی شرمگاہوں کو دوسروں سے چھُپائے۔
- رفع حاجت کے وقت بدن کا اگلا حصّہ (یعنی سینہ اور پیٹ) یا پشت قبلہ کی طرف رکھنا حرام ہے۔
- بغیر اجازت کسی کی جگہ کو رفع حاجت کے لئے استعمال کرنا حرام ہے۔
- مقامِ پاخانہ کو پاک کرنے کے لئے پانی سے اس طرح دھویا جائے کہ پاخانہ کے ذرات باقی نہ رہیں۔
- مقامِ پیشاب کو پاک کرنے کے لئے بہتر ہے کہ تین مرتبہ پانی سے دھویا جائے۔ پہلی مرتبہ اس طرح

کہ نجاست ہٹ جائے، اس کے بعد پانی سے مزید دو مرتبہ دھویا جائے۔

○ پاخانہ کے مقام کو پانی کے علاوہ پتھر، ڈھیلے، کاغذ، کپڑا وغیرہ سے بھی پاک کیا جاسکتا ہے۔ البتہ پیشاب کا مقام صرف پانی ہی سے پاک کیا جاسکتا ہے۔

○ رفع حاجت کے چند مستحبات یہ ہیں۔

۱ : بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر رکھے۔

۲ : رفع حاجت کے وقت سر کو ڈھانپ کر رکھے۔

۳ : رفع حاجت کے وقت بدن کا بوجھ بائیں پاؤں پر ڈالے۔

○ رفع حاجت کے چند مکروہات یہ ہیں۔

۱ : کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔

۲ : سخت زمین پر پیشاب کرنا۔

۳ : ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا۔

۴ : پیشاب یا پاخانہ روکنا۔

۵ : گلی کوچوں، راستوں میں یا مکانوں کے دروازے کے سامنے رفع حاجت کرنا۔

۶ : رفع حاجت کے وقت باتیں کرنا۔

۷ : رفع حاجت کے وقت کھانا پینا۔

○ نماز سے پہلے اور سونے سے پہلے پیشاب کرنا مستحب ہے۔

—o—

سوالات

سوال ۱: رفع حاجت کے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

سوال ۲: رفع حاجت کے تین مستحبات اور تین مکروہات تحریر کریں۔

اقوالِ زرّیں

ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

۱۔ طالب علم اللہ کا دوست ہے۔

۲۔ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے بادل بغیر پانی کے۔

۳۔ اولاد کا اپنے والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔

۴۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۵۔ جو شخص عہد و پیمان کا پابند نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں۔